جناب مولا بخش محمدی (ضلع تھرپارکر)

شخصیات

مولانا عبدالرحیم کچھیؒ

نام نیک رفتگاں ضائع مکن
تا بماند نکہت درجہاں

نام و نسب :

مولانا عبدالرحیم نہڑی بن مولوی عبدالعزیز بن مولوی عبداللطیف تین پشتوں سے عالم فاضل تھے۔ مولوی عبدالرحیم کے بھائی عبداللطیف بھی جید عالمِ دین تھے۔ جن کا نام جدِ امجد کے نام پر رکھا گیا تھا۔ یہ پورا گھرانا ہی علماء دین پر مشتمل تھا اور اس کی شرافت ضرب المثل تھی۔

تعلیم و تربیت :

مولوی صاحب گاؤں لڑی رحیم آباد تحصیل کھاوڑا ضلع بھوج کچھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد بزرگوار سے حاصل کی۔ پھر آخری سالوں میں علومِ عالیہ وغیرہ میں ہند کے مشہور مدرسہ دارالعلوم دیوبند سے سندِ فراغت حاصل کی۔ کتاب و سنت بن خصوصی گہری بصیرت رکھنے کے علاوہ فقہ، اصولِ فقہ، منطق، علم الکلام، بلاغت میں بھی اعلیٰ بصیرت رکھتے تھے۔ مطالعہ کتب کا شوق ابتدائی ایام سے ہی طبیعت میں موجزن تھا۔ پورے عالمِ شباب میں سندِ فراغت حاصل کرکے اپنے وطن لوٹے جہاں جلد ہی شادی ہوگئی۔

ہند کا پسِ منظر:

جس وقت مولوی صاحب اپنے وطن کچھ بھوج میں آئے۔ اس وقت سندھ کی شرک و بدعت کے باعث حالت ناقابلِ دید تھی۔ شرک و کفر میں امتِ محمدیہ ڈوبی ہوئی تھی۔ پورا ملک بے چینی و بدامنی میں مبتلا تھا۔ شکم پرست پیروں اور نیم ملاؤں نے اصل شریعت کو چھپا کر اپنے مفاد کی خاطر طرح طرح کی بدعات اور شرک کا ہر طرف فساد برپا کر رکھا تھا۔ عوام کی اخلاقی اور مذہبی حالت غایت درجہ گری ہوئی تھی۔ بدعقیدگی اور بدعملی زوروں

پر تھی ۔ منکرات و فاحشات نے دین حق کو گم کر دیا تھا ۔ پستی کا اندازہ صرف ایک واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے "کچھ" کے ہنود "پیر حاجی" کو اپنا مشکل کشا اور دستگیر سمجھتے تھے اور بعد میں اس کی پرستش میں مسلمانوں نے بھی حد کر دی یہاں تک کہ ہنود سے بھی آگے نکل گئے ۔ کچھ کے علاقہ میں ایک ٹیلے پر ایک قبر واقع تھی جہاں دوسری پوجا پاٹ کے علاوہ خصوصاً روزانہ شام کو دیا اور آگ جلاتے تھے جو قریب و بعید میں بآسانی نظر آتی تھی ۔ آگ روشن ہوتے ہی سب مسلمان اپنا کام کاج بند کر کے تعظیم بجا لانے کی غرض سے گردن جھکا کر اور ہاتھ باندھ کر اس آتش کی پرستش کیا کرتے تھے ۔ یہ لوگ کئی بزرگوں اور دیوتاؤں کو اپنا دستگیر اور حاجت روا سمجھتے تھے ۔ اس شرک و کفر کے علاوہ سندھ کے معزز خاندان عربوں کی طرح اپنی بیٹیاں زندہ در گور کر دیتے تھے ۔ ہنود کی صحبت کے باعث چچا کی بیٹیوں سے شادیاں نہ کرتے اور ہنود سے شادیاں کی جاتی تھیں جن میں ان کے رسم و رواج کے موافق سب کچھ بڑی خوشی سے کر گزرتے تھے ۔ ان افعالِ قبیحہ میں وقت کی معزز ترین قوموں ، سماں ، جام اور نہڑیا کی اکثریت تھی سماں قوم سخت لڑاکو اور سرفروش تھی ۔ نہڑیا قوم اپنی امارت اور عوام میں مقبولیت کے باعث سندھ کے اکثر حصہ کی حکمران تھی ۔ ونگے کا با اثر اور معزز خاندان اربابوں کا تھا ۔ ریگستان کے وسیع علاقہ پر ان کی بڑی عزت کی جاتی تھی ۔ یہ لوگ کفر و شرک میں ملوث ہونے کے باوجود غیرت مند ، مہمان نواز اور انصاف پسند تھے کفر و شرک کی یہ تاریکی دیکھ کر مولوی عبدالرحیم سے ضبط نہ ہو سکا ۔

تحریکِ اسلام کی بنیاد :

ان حالات میں اس بندۂ مومن نے ایک ایسی تحریک شروع کرنے کا عزم کیا جس نے صدیوں کی ظلمت کو نور میں تبدیل کر دیا ۔ اس تحریک کی خوشبو آج بھی ریگستان کے صحراؤں سے آرہی ہے ۔ مولوی صاحب ایک دن نمناک آنکھوں سے اپنے والد عبدالعزیزؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوئے ——— "ابا جان ! آج میں ایک درخواست لے کر حاضر ہوا ہوں ——— اس وقت دینِ حنیف بہت مظلوم ہو چکا ہے اور امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے قربانی مانگ رہا ہے ۔ آج ہند کی وہ حالت ہے جو بعثتِ نبوی کے وقت عرب کی تھی ۔ میں نے یہ عزم کر لیا ہے کہ دین کی خاطر کسی قربانی سے دریغ نہیں کروں گا ۔ میری تحریک کا لائحہ عمل وہی ہو گا جو شاہ اسماعیل شہیدؒ کی تحریک کا تھا ۔ مجھ میں دین پر مزید ستم دیکھنے کی ہمت نہیں ۔ آپ میرے ساتھ تعاون فرمایئے "

مولوی صاحب نے جواب دیا ، "بیٹے آپ کے جذبات میرے لئے باعثِ فخر و انبساط ہیں ۔ صالح اولاد سے یہی توقع کی جا سکتی ہے لیکن حالات بیحد ناسازگار ہیں ۔ وقت کے پیر اور نام نہاد مولوی ہمارے لئے لاتعداد مصائب پیدا کرنے کی کوشش کریں گے ۔ اس کے علاوہ اس علاقہ کی دو بڑی طاقتیں جام سماں اور نہڑیا حق کی

آواز کو برداشت نہیں کر سکیں گی۔ اور ہمیں جن رفقار کی ضرورت ہے وہ ملنا مشکل ہیں" بیٹے نے کہا، آپ اللہ کا نام لے کر اٹھیئے وہ خود ہماری مدد کریگا، ہم حق پہ ہیں اور فتح حق ہی کی ہوتی ہے! مولوی صاحب نے فرمایا، "تو پھر مالی اور جانی ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ میں اس راہ میں ہر مشکل کا مقابلہ بڑی خوشی سے کروں گا اس راہ میں کوئی قربانی بڑی نہیں!"

راہِ حق میں مصائب:

مولوی صاحب نے جب اس تحریک کو شروع کیا تو بے انتہا مصائب اور مشکلات سے دوچار ہونا پڑا۔ جھوٹے مقدمے، قاتلانہ حملے، سب سے بڑا صدمہ ان نام نہاد علمار نے دیا جنہوں نے کھل کر توحید کی مخالفت کی اور جھوٹے فتنے جاری کئے۔ لوگوں کو طرح طرح کی غلط باتوں سے متاثر کیا تاکہ یہ تحریک ختم ہو جائے۔ لیکن مولوی صاحب نے سب ستم سہتے ہوئے توحید کی آواز سندھ کے چپے چپے تک بے خوف و خطر ہو کر پہنچائی۔ دیگر مصائب کے علاوہ اپنوں کی کرمفرمائیوں کے باعث کچھ دن زندان میں بھی گذارے۔ مولوی صاحب کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ کبھی بھی صبر کو ہاتھ سے چھوٹنے نہ دیا۔ راقم الحروف سے ایک صاحب نے بیان کیا کہ ہم چند ساتھی ایک بار مولوی صاحب کو مارنے کی غرض سے آئے۔ مولوی صاحب تقریر کر رہے تھے۔ جب دردمندانہ اور دلسوز انداز میں توحید باری تعالیٰ کو بیان کیا تو باوجود ضبط کے ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس دن کے بعد ہم مولوی صاحب کے عقیدت مند ہو گئے۔ سچ ہے اہلِ حق کی مدد خود خدا فرماتا ہے۔ وہ دن بھی آخر آیا کہ نام نہاد علمار نے اپنا پیشہ چمکانے کے لئے جو ہتھکنڈے استعمال کئے تھے، ناکام ہو گئے اور نہڑیا اور سماں جام قوموں نے مولوی صاحب کو گلے سے لگا کر اپنے کئے کی معافی مانگی اور ہمیشہ کے لئے دین کے سرفروش مجاہد بن گئے۔

جب قوم کے سردار ہر قربانی دینے کے لئے تیار ہو گئے تو مولوی صاحب نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر کے اپنے مشن کو مزید جوش و ولولہ سے آگے بڑھایا۔ سندھ و ریگستان کے علاوہ کچھ اور گگر کی قومیں شرک میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ جیسے سماں جام، نہڑیا، کھتری، میمن، جونیجہ اور ڈیبلو کی علم دوست میمن قوم نے حاجی صاحبڈنوں جیسے جیالے سپوت پیدا کئے۔ یہ سب قومیں زیادہ تر راہ حق پر گامزن ہو گئیں۔ اس کے علاوہ تحصیل ماتلی کی جرار قوم میں بھی عبدالرحمٰن، جن کے پس ماندگان میں محمد یوسف جرار ہیں، انہوں نے بھی مولوی صاحب کی خوب مدد کی۔ خفانیت کی آواز کاہڑا، ڈھماٹ، ملیرا لہرانہ، لاڑ، ونگو کے وسیع و عریض علاقوں تک پہنچ گئی۔ جگہ جگہ اہلحدیث مساجد قائم ہو گئیں۔ قال اللہ و قال الرسول کی صدائیں ریگستان کے نشیب و فراز میں گونجنے لگیں۔ اس آواز کی بھینی بھینی خوشبو آج تک موحدین کے مرکز سے آ رہی ہے۔ ریگستان کے مغربی حصہ میں رئیس

حاجی الہجرلو نے توحید کی تبلیغ کے سلسلہ میں بے انتہا مدد کی۔ توحید کے رنگ میں ایسے رنگے کہ آج بھی ایک بیباک موحد ہیں۔ بے شمار اصلاحی کام کر کے خدمتِ دین میں لاکھوں روپیہ صرف کئے اور اسلامی مدارس قائم کئے۔

مقدمہ:

مولوی صاحب کو جھوٹے مقدموں میں ملوث کیا گیا۔ ایک حاسد سعدی نے بھوج میں مقدمہ دائر کیا۔ جسکا فیصلہ برٹش انڈیا کے ثالث عبدالرشید نامی کمشنر نے کیا۔ جس نے غور سے دلائل سن کر سعدی کو مجرم قرار دیا اور کہا کہ مولوی صاحب بے قصور ہیں۔ اس سے سوائے فسادی کے کوئی دشمنی نہیں کر سکتا۔

سفرِ حج:

جب دینِ حق کی تبلیغ میں بڑی حد تک کامیاب ہو گئے اور جگہ جگہ اپنے رفقاء کار پیدا کر دیئے تو فریضۂ حج کی ادائیگی کی غرض سے اپنے تلمیذ رشید مولوی گل محمد کے ہمراہ سعودی عرب روانہ ہوئے۔ ان دنوں حجاز کے گورنر شریف حسین تھے۔ اس زمانہ میں حجاز میں چار مصلے قائم تھے جن کی ابتدا نویں صدی ہجری میں فرج بن برقوق نے کی تھی۔ اس کے باوجود مولانا صاحب نے عرب کے مشہور شیوخ سے ملاقاتیں کیں جن سے کئی مسائل علمیہ میں تبادلۂ خیالات ہوا۔ خصوصاً اہلِ حجاز کے مستقبل کے فرماں روا سعودی بزرگ بھی انہیں اپنا ہم خیال پاکر بہت مسرور ہوئے اور ایک مرتبہ شاہ سعود نے اپنے مخلصانہ انداز میں مولانا عبدالرحیم کو خلعت سے نوازا۔ کیونکہ یہ خاندان بھی توحید و سنت کا دلدادہ تھا۔

تحریکِ خلافت:

مولانا صاحب جس وقت وطن لوٹ کر آئے تو ہند میں ایک نئی فضا قائم ہو چکی تھی۔ تحریکِ خلافت زوروں پر تھی۔ ابتداء میں کچھ وقت مولانا صاحب نے بھی اس میں دلچسپی سے حصہ لیا۔

ایک علمی تحریر:

۱۹۰۱ء میں پیر رشد اللہ صاحب العلم الرابع، نے وقت کے عظیم مدرسہ دارالرشاد کا، مولانا عبید اللہ سندھی کو صدر مدرس مقرر کر دیا تھا۔ اسی دوران محمد عثمان قیرانی نے تحصیل ساماڑو میں اپنا مدرسہ جاری کیا تھا۔ قیرانی صاحب بھی عالم فاضل تھے۔ مولانا عبدالرحیم نے توحید کے چند اہم پہلوؤں پر وضاحت تحریر فرما کر مولانا عبید اللہ کو بھیجی جو انہوں نے بلا تردد قبول کر لی۔ البتہ قیرانی صاحب نے جواب تحریر کیا جسکا جواب مولانا عبدالرحیم نے ایسا مدلل تحریر کیا کہ جس سے ان کی فضیلتِ علمی کا سندھ کے گوشہ گوشہ میں چرچا ہو گیا۔ بالآخر قیرانی صاحب نے بھی تحریر بلا پس و پیش قبول کر لی۔

مناظرہ ڈونجھ اور فتح لواری:

۱۶/۱۷/۱۸ ذوالحجہ ۱۳۶۲ھ گاؤں ڈونجو ضلع تھرپارکر میں مشرکین نے مناظرہ کا چیلنج دیا جسے مولانا صاحب نے بڑی خوشی سے قبول کرلیا اور چند ساتھیوں کے ہمراہ پہنچ گئے۔ مناظرہ میں کامیابی اہلِ توحید کی ہوئی۔ اس ناکامی کے بعد مخالفین کی طاقتیں بڑی حد تک ختم ہوگئیں۔ اور دنیا نے ایک بار پھر دیکھا کہ فتح حق کی ہوتی ہے۔

اسی زمانہ میں لواری کے مصنوعی حج کی ناپاک سازش شروع ہوئی۔ جس کے خلاف مولانا صاحب ۔۔۔ بیت اللہ کی عزت و احترام میں سرشار ہوکر ہر قربانی کے لئے تیار ہوگئے۔ ان کی ہی قربانیوں کے باعث یہ فتنہ اپنی موت آپ مرگیا۔ یہ فتنہ ۱۹۲۸ء میں شروع ہوا تھا۔

تحریکِ آزادی:

بعض متعصبین یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ علماء اہلحدیث نے تحریک پاکستان میں دلچسپی نہیں لی، یہ ان کی تاریخ سے ناواقفیت کا ثبوت ہے۔ دراصل علماء اہلحدیث کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔ البتہ ان کی تاریخ مدون نہیں ہوئی۔ جس کے ہم قصوروار ہیں۔

مولوی عبدالرحیم نے بھی بڑھ چڑھ کر تحریکِ آزادی میں حصہ لیا۔ آپ حصولِ پاکستان کے لئے ہر قربانی دینے کیلئے لوگ تیار کرتے رہے۔ جس کے اثرات بڑے ہی دوررس نکلے۔ برطانیہ والوں نے ایم۔ اے جناح کی پوزیشن کا اندازہ لگانے کے لئے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر انتخابات کرائے۔ سندھ میں جے رام داس دولت رام بلکہ خود نہرو ان کے خلاف کام کرتے ہوئے بدین تک آئے اور خاصی کامیابی حاصل کرگئے۔ ۱۹۴۶ء میں سندھ پراونشل کیبنٹ میں فساد برپا کرنے کی کوشش کی گئی تاکہ اتفاق رائے سے پاکستان کی تائید نہ ہوسکے۔ اس سلسلہ میں کچھ مایوسی بھی ہوئی۔ ایک عظیم خاندان "ارباب طوگاچی" پہلے ہی مسلم لیگ کے تائیدی تھے، قائداعظم کی للکار پر انگریزوں سے بائیکاٹ کرکے سب اعزاز رد کردیئے۔ ارباب طوگاچی اور مولوی صاحب کے گہرے مراسم تھے۔ چنانچہ مولوی صاحب کو، ان کی حمایت حاصل کرنے کے لئے کراچی لے جایا گیا جہاں ایک اجلاس کا پروگرام تھا۔ اجلاس میں سیکرٹری نے اکھنڈ بھارت کے موضوع پر تقریر کی۔ اور گاندھی کو ہند کا راہنما قرار دیا۔ مولوی صاحب خاموش تھے اور اس خاموشی کا مطلب مخالفین نے یہ لیا کہ مولوی صاحب اگر تائید نہیں کریں گے تو مخالفت بھی نہیں کریں گے۔ لیکن مولوی صاحب نے آخر میں اٹھ کر جو تقریر کی تو مخالفین کی ساری خوش فہمی رفع ہوگئی۔ انہوں نے کہا کہ "میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ مسٹر جناح ہند کے دس کروڑ مسلمانوں کے لیڈر ہیں۔ اور ہم ان کی اس جدوجہد میں کسی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ ہمارا گورنمنٹ سے یہ مقدمہ بھی ہے کہ برِصغیر میں صدیوں سے مسلمانوں کی حکومت رہی ہے اور یہ اب بھی ہمارا حق ہے۔ اس کے فاتح محمد بن قاسم ہیں اور یہ ہماری میراث ہے۔ مملکتِ پاکستان قائم ہوکر ان شاء اللہ دنیا کے نقشے پر ظاہر ہوگی۔ میں ارباب طوگاچی اور دوسرے مسلم لیگی رہنماؤں سے

یہ گذارش کرتا ہوں کہ وہ بدستور مسلم لیگ کے حق میں ثابت قدم رہیں "

اس تقریر سے مخالفین حواس باختہ ہوگئے اور انہیں واپس بھوج پہنچانے سے بھی انکار کر دیا ـــــ مولوی صاحب نے واپس آکر مزید جدوجہد شروع کی جو آزادی تک جاری رہی۔

انتقالِ پر ملال:

زندگی خواہ کتنی ہی شاندار اور عظیم ہو، ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ ۲۰ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ بروز اتوار علم و عمل کے اس آفتابِ مبلغِ اسلام اور گوناگوں صفات کے حامل مردِ مجاہد نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ آج بھی سندھ میں مرحوم کی تیار کی ہوئی جماعت الموحدین موجود ہے لیکن افسوس ایسا کوئی مردِ مجاہد نہیں جو اسے پھر سے منظم کرے۔ آپ نے بعد میں آخری وقت میں "حزب اللہ" نامی جماعت تیار کی تھی لیکن یہ جلدی ختم ہوگئی۔ بہرحال سندھ میں توحید کی جو تخم ریزی آپ نے کی، آج بھی اس کے اثرات موجود ہیں۔

مولوی صاحب قول کے سچے، وعدہ کے پکے، عبادت کے شوق سے سرشار، غیور، نام و نمود سے نفور، متوازن طبع، نرم گفتار اور ملنسار تھے۔ ان کی تمنائیں قلیل اور مقاصد جلیل تھے۔ سادہ مزاج اور سادہ پوش تھے۔ متوازن قد، کچھ سانولا رنگ، صحت مند جسم، پُر نور اور باریش چہرے کے مالک تھے۔ عربی لباس کو بہت زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ سر پہ عمامہ اور ہاتھ میں عموماً عصا ہوتا۔ ان پڑھ لوگوں کو دنیاوی مثالیں دیکر سمجھایا کرتے تھے۔ ویسے تو پورے قرآنِ مجید کی تفسیر بڑی عمدگی سے کرتے تھے لیکن سورۂ فتح اور سورۂ اخلاص کی تفسیر ایسے دلنشین پیرایہ اور پرسوز انداز میں کرتے تھے کہ آج تک کسی سے نہیں سنی۔ تقویٰ، سخاوت، نشاطِ توحید کی بے خوف تبلیغ آپ کے بنیادی اوصاف تھے۔

اولاد:

مولوی صاحب نے دو شادیاں کیں۔ دو بیٹیاں اور دو بیٹے عبدالعزیز اور عبدالشکور۔ عبدالعزیز انتقال کر چکے ہیں۔ عبدالشکور زندہ ہیں۔ مرحوم کے نواسے ابوبکر تعلیم یافتہ اور نیک ہیں۔

رفقاءِ کار ہزاروں سے متجاوز ہیں۔ چند ایک بزرگوں کے اسماء گرامی یہ ہیں؛ مولانا گل محمد ہنگورجہ، خیر محمد نظامانی، علی محمد، محمد عمر جونیجو، محمد ہاشم، نصیر الدین نہڑی، جان محمد نہڑی، حاجی ملوک، حاجی تماچی، محمد ابراہیم، ارباب تاج محمد، مولانا محمد سلیمان کھتری اور صاحبزادہ وغیرہم۔